اسلام اور جمہوریت

تحریر:
ڈاکٹر یوسف القرضاوی

سوال: مجھے سخت تعجب اور حیرت ہوئی جب میں نے کسی عالم دین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جمہوریت اسلام کے منافی ہے اور یہ کہ جمہوریت کفر ہے کیونکہ جمہوریت کا مفہوم ہے عوام اور اکثریت کی حاکمیت...... جبکہ اسلام کی نظر میں حاکمیت انسانوں کی نہیں بلکہ صرف اللہ کی ہونی چاہیے۔ ﴿ان الحکم الا لله﴾ [الأنعام: ۵۷] ترجمہ: ''بلاشبہ حاکمیت صرف اللہ کیلئے ہے''۔

میری اپنی ناقص رائے یہ ہے کہ اس طرح کی باتوں سے اسلام کے دشمنوں کو شہ ملتی ہے اور وہ کہتے نہیں جھجکتے کہ اسلام جمہوریت کا دشمن ہے اور ڈکٹیٹرشپ کا حامی۔ کیا واقعی اسلام کی نظر میں جمہوریت کفر اور گناہ ہے؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔ (ایک سائل)

جواب: بہت افسوس اور تکلیف کی بات ہے کہ بعض دین دار حضرات اسلام کا صحیح اور مکمل علم نہ رکھنے کے باوجود اسلام کے سلسلے میں حق وناحق کچھ بھی کہتے ہیں حتیٰ کہ کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر دینا ان کیلئے بڑی آسان سی بات ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر دینا کتنی غیر معمولی بات ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کرتا ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ فتویٰ خود اس کی طرف پلٹ کر آجائے۔ بعض دین دار حضرات جمہوریت کے سلسلے میں اپنی اس عجیب وغریب رائے کا اظہار بڑی بے باکی سے کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں خود پتہ نہیں ہے کہ جمہوریت کیا شے ہے؟

جمہوریت اس نظامِ حکومت کا نام ہے، جسے انسان نے ڈکٹیٹر قسم کے حاکموں کے ظلم واستبداد کی ایک طویل تاریخ اور اس کے خلاف مسلسل جدوجہد کے بعد تجربہ وتحقیق کے نتیجے میں تلاش کیا ہے۔ اب ساری دنیا میں اسی نظام حکومت کا ڈنکا بجتا ہے اور ساری دنیا کے عوام اسی نظام حکومت کے نفاذ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس جمہوریت کے نفاذ کیلئے وہ مسلمان بھی جدوجہد کر رہے ہیں جو بعض غیر جمہوری ملکوں میں رہنے کی وجہ سے اسلام پر آزادانہ عمل اور اس کی تعلیم وتفہیم کی آزادی سے محروم ہیں۔ ڈکشنری اور سیاست کی کتابوں میں جمہوریت کی اصطلاحی تعریف کچھ بھی ہو لیکن اس کا سیدھا سادہ مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی مرضی اور اپنی پسند کے حکمرانوں کے انتخاب میں مکمل آزادی ہو۔ ان پر ایسے حکمران

مسلط نہ کر دیئے جائیں جنہیں وہ ناپسند کرتے ہوں یا ان کی نرمی کے خلاف ایسی معاشی ومعاشرتی پالیسیاں نہ تھوپ دی جائیں جن میں ظلم واستبداد کا رنگ غالب ہو اور انہیں اس بات کا پورا حق حاصل ہو کہ عوامی اور ملکی مفاد سے ہٹ کر چلنے والے حکمرانوں کا محاسبہ کر سکیں اور ضرورت پڑنے پر انہیں برطرف بھی کر سکیں۔ یہ ہے موجودہ جمہوریت کی حقیقت جس کے عملی نفاذ کیلئے مختلف وسائل اختیار کئے جاتے ہیں مثلاً الیکشن کی کاروائیاں، پارلیمنٹ کا قیام، متعدد سیاسی پارٹیوں کا وجود، اقلیت کو سیاسی اختلاف کی آزادی، صحافت کی آزادی اور عدلیہ کا غیر جانبدار ہونا وغیرہ وغیرہ۔ آپ ذرا غور کریں کیا اس جمہوریت میں واقعی کوئی ایسی بات ہے جو اسلام کے منافی ہے؟ کیا قرآن وسنت سے ایک بھی ایسی دلیل پیش کی جاسکتی ہے جو اس جمہوریت کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دے؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ جمہوریت اسلام کے منافی نہیں بلکہ عین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے، اسلام اس بات کا شدید مخالف ہے کہ لوگوں کی قیادت اور امامت کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں سونپ دی جائے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں، چاہے یہ پورے ملک کی قیادت ہو یا نماز کیلئے ایک جماعت کی امامت ہو۔ حدیث شریف ہے:

''تین لوگ ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سر سے اوپر ایک بالشت نہیں جاتی۔ ان تینوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو نماز کی امامت کرے اور لوگ اس کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں''۔[ابن ماجہ]

ذرا غور کریں کہ اسلام نماز باجماعت میں چند لوگوں کی قیادت کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دینے کے خلاف ہے جسے اکثریت ناپسند کرتی ہو تو پورے ملک کی قیادت کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دینا اسے کیسے گوارا ہوگا جسے اکثریت پسند نہ کرتی ہو۔ اسی لئے حضور ﷺ کا فرمان ہے:

''تمہارے اچھے فرماں روا وہ ہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند کرتے ہوں اور تم ان کیلئے دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہوں اور تمہارے برے فرماں روا وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے نفرت کرتے ہوں اور تم انہیں لعن طعن کرتے ہو اور وہ تمہیں لعن طعن کرتے ہوں''۔[مسلم]

پورا قرآن پڑھ جایئے۔ جابجا آپ کو اللہ کا قہر ان حکمرانوں پر ٹوٹتا نظر آئے گا جو اللہ کے بندوں پر ظلم کرتے ہیں۔ انہیں اللہ کے بجائے اپنی بندگی پر مجبور کرتے ہیں اور اللہ کی زمین پر ظلم وفساد برپا کرتے ہیں، قرآن میں متعدد مقامات پر فرعون، نمرود، ہامان اور عاد وثمود کا تذکرہ اسی غرض وغایت کے تحت ہوا کہ ان لوگوں نے اللہ کی زمین پر ظلم وفساد برپا کیا تو اللہ نے ان کی زبردست پکڑ کی۔ ملاحظہ ہو سورہ فجر کی مندرجہ ذیل آیتیں ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

فعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ O اِرَم ذاتِ الْعِمَاد O الَّتِی لَمْ یُخلقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلادِ O وَثمُودَ الَّذِینَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ O وَفِرْعَوْنَ ذِی الْأَوْتَادِ O الَّذِینَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ O فَأَکْثَرُوا فِیهَا الْفَسَادَ O فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ O اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِO﴾ [الفجر: ٦تا١٤] ترجمہ: ''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا عاد اونچے ستونوں والے ارم کے ساتھ، جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے ملکوں میں سرکشی اختیار کی تھی اور ان میں بڑا فساد پھیلایا تھا۔ آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، یقیناً تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے''۔ قرآن صرف انہی ظالم حکمرانوں کی سرزنش نہیں کرتا بلکہ اللہ کی نظر میں وہ عوام الناس (پبلک) بھی مجرم اور قصوروار ہیں جو ان ظالم حکمرانوں کی مدد کرتے ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿وتلک عاد جحدوا بآیٰت ربهم وعصوا رسله واتبعوا أمر کل جبار عنید﴾ [ھود: ٥٩] ترجمہ: ''یہ ہیں عاد، اپنے رب کی آیات سے انہوں نے انکار کیا۔ اس کے رسولوں کی بات نہ مانی اور ہر سرکش اور ظالم وجابر کی پیروی کی'' وہ فوج بھی اللہ کی نظر میں قصوروار ہے جسے ظالم حکمران عوام الناس پر ظلم واستبداد کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں اللہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا کَانُوا خَاطِئِینَ﴾ [القصص: ٨] ترجمہ: ''بلاشبہ فرعون وہامان اور ان کی فوج غلطی پر تھے''۔

قرآن کے علاوہ صحیح احادیث میں بھی ان ڈکٹیٹر قسم کے حکمرانوں کیلئے زبردست وعید ہے۔ جو عوام الناس پر ظلم کرتے ہیں۔ حضور کا فرمان ہے: (جبار عنید) [طبرانی، حاکم] ''جہنم میں ایک وادی ہے جس میں کنواں ہے جس کا نام ہبہب ہے۔ اللہ نے اپنے اوپر فرض کرلیا ہے کہ اس میں ان لوگوں کو ڈالے گا جو ظالم وجابر ہیں''۔

کون نہیں جانتا کہ اسلامی نظامِ حکومت میں شوریٰ کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شوریٰ یہ ہے کہ عوام الناس (پبلک) میں سے چند ایسے افراد منتخب ہوں جو باصلاحیت اور تجربہ کار ہوں تاکہ حاکمِ وقت کارہائے سیاست چلانے میں ان سے مشورے لیتا رہے۔ شوریٰ کی طرح عوام الناس بھی اس بات کے پابند ہیں کہ اپنے سیاست دانوں اور حکمرانوں کو مفید مشورے دیتے رہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ (الدین النصیحة) ترجمہ: ''دین نصیحت ہے'' اس حدیث کے الفاظ کے مطابق یہ نصیحت حکمرانوں کیلئے بھی ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اپنے عمدہ مشورے اپنے حکمرانوں تک پہنچاتے رہیں اور اگر انہیں غلطی پر دیکھیں تو انہیں نصیحت کریں۔ بلکہ ظالم حکمرانوں کے سامنے حق بات کہنے کو نبی ﷺ نے افضل جہاد سے تعبیر کیا ہے (افضل الجهاد کلمة حق

تقال عند سلطان جائر) ''سب سے افضل جہاد کسی ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا ہے''۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات نہایت پسند ہے کہ ظالم حاکموں کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کیا جائے اور حکومت چلانے کیلئے انہیں بہتر پالیسیوں سے باخبر کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ نے مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے معاً بعد جو خطبہ دیا تھا اس میں اس بات کی طرف بھی واضح اشارہ کیا تھا۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ نے جو تقریر کی تھی اس میں یہ بات کہی تھی:

''اے لوگو! میں تمہارا سربراہ مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں سب سے بہتر شخص نہیں ہوں۔ اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری مدد کرنا اور اگر غلطی پر دیکھو تو مجھے سیدھا راستہ دکھانا''۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی کچھ اسی طرح کی بات کہی تھی......!

''اے لوگو تم میں سے جو میرے اندر کجی پائے تو وہ مجھے ٹھیک کر دے''۔ کسی بھری محفل میں جب کسی عورت نے سیدنا عمرؓ کو کسی بات پر ٹوکا تو عمرؓ نے فرمایا (أصابت المرأة وأخطأ عمر) ''عورت نے ٹھیک بات کہی اور عمر سے غلطی ہو گئی''۔

آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ موجودہ جمہوریت کا بنیادی ڈھانچہ اسلامی نظام حکومت سے بہت مختلف نہیں ہے، موجودہ جمہوریت میں بھی عوام میں سے چند لوگ منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں جاتے ہیں سربراہ مملکت ان ممبرانِ پارلیمنٹ کے مشورے سے کارہائے حکومت انجام دیتا ہے، عوام الناس (پبلک) کو اختلاف رائے کا حق حاصل ہوتا ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کریں اور اپنے مفید مشوروں کے ذریعے سے حکومت کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں مدد کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جمہوریت کیلئے بنیادی اصول پہلے ہی فراہم کر دیئے تھے، اور باقی رہیں اس کی تفصیلات اور جزئیات تو یہ لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنے زمانے کی ضرورتوں اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق طے کریں۔ موجودہ دور کے انسان نے ڈکٹیٹر اور ظالم و جابر حکمرانوں اور بادشاہوں کے خلاف طویل جنگ کے بعد ایک ایسا نظام حکومت تلاش کیا ہے جسے انہوں نے جمہوریت کا نام دیا ہے اور جس میں عوام الناس کو ظالم حکمرانوں کے چنگل سے آزاد کرنے اور انہیں بنیادی حقوق دلانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ جمہوریت کو جمہوریت کا نام عطا کرنے والے اور اس کے اصول وقواعد وضع کرنے والے اگرچہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہیں لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم غیر قوموں سے اچھی باتیں سیکھیں اور انہیں اختیار کریں۔ حضور ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ ''حکمت و دانائی کی باتیں مومن کی گمشدہ دولت ہے'' جہاں سے انہیں یہ دولت مل جائے انہیں اختیار کرنا چاہیے چنانچہ حکمت و دانائی کی باتیں اور نفع بخش چیزیں اگر ہمیں غیر مسلموں سے ملتی ہیں تو ہمیں انہیں اختیار کرنا چاہیے یہی آپ ﷺ کی تعلیم ہے اور اسی پر آپ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کا عمل تھا۔ چنانچہ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ انہوں نے غیر مسلموں سے سیکھا اور جنگ بدر کے جنگی قیدیوں کو حضور ﷺ نے اس شرط پر

ربانی عطا کی کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے۔ غیر مسلموں سے لکھنا پڑھنا اور دوسری مفید باتیں ان سے سیکھنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق بھلائی ہے اس بنیاد پر میں ہمیشہ اپنے اس موقف کا اظہار کرتا آیا ہوں کہ غیر قوموں کے اچھے خیالات، بہتر طرزِ رہائش، مفید ٹیکنالوجی اور نفع بخش قوانین وضوابط کو اختیار کرنا ہمارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ یہ خیالات اور قوانین قرآن وحدیث اور اسلام کے بنیادی اصول وضوابط کے خلاف نہ ہوں۔ موجودہ جمہوریت کے اصول وضوابط پر غور کریں تو اس میں وہ بہت ساری باتیں ملیں گی جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے، صرف نام کا فرق پایا جاتا ہے چنانچہ موجودہ جمہوریت میں الیکشن اور ووٹنگ وہی چیز ہے جسے اسلامی قانون میں ''شہادت'' کا نام دیا گیا ہے۔ شہادت کا مفہوم یہ ہے کہ اچھے لوگوں کے حق میں گواہی دی جائے کہ وہ اچھے ہیں۔ ووٹنگ بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ باصلاحیت لوگوں کے حق میں گواہی دی جائے اور اپنی اس رائے کا اظہار کیا جائے کہ یہ لوگ حکومت چلانے کیلئے مناسب افراد ہیں۔ اسلام کی نظر میں شہادت نہ دینا اور اسے چھپانا جس طرح گناہ ہے میرے خیال میں ووٹ نہ ڈالنا بھی اسی طرح گناہ ہے۔ کیونکہ عوام الناس کی حاکمیت کا مفہوم یہ ہے کہ عوام الناس اپنی مرضی سے اچھے لوگوں کا انتخاب کرسکیں اور انتخاب کے بعد اگر یہ لوگ غلط راستہ اختیار کرتے ہیں تو ان کی غلطیوں پر محاسبہ کرسکیں اور ضرورت پڑنے پر ان کے منصب سے انہیں برطرف بھی کرسکیں، اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسلامی قوانین یا اللہ کی حاکمیت کے خلاف ہو اللہ کی حاکمیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی اس تمام کائنات کا مدبر اور منتظم ہے ساری کائنات میں اس کا حکم چلتا ہے اور اسی کے اشارہ پر سب کچھ ہوتا ہے ایک پتا بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ اللہ کی حاکمیت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ حلال وحرام اور صحیح وغلط کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے، اللہ نے جسے حلال قرار دیا اسے کوئی حرام نہیں قرار دے سکتا، اور اللہ نے جس چیز کو غلط کہہ دیا ہے وہ چیز صحیح نہیں ہوسکتی۔ الغرض جمہوریت کو بطور نظام تسلیم کرنے کا مطلب اللہ کی حاکمیت سے انکار نہیں ہے اور نہ عوام الناس کو حاکم مان کر اللہ کے برابر لا کھڑا کرنا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جمہوریت ہی وہ طرز حکومت ہے جس کے ذریعے سے اسلام کے بنیادی سیاسی اصول وقواعد کو عملاً نافذ کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ جمہوریت کے مخالفین ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ جمہوریت میں اکثریت کی رائے کو ہی حق بجانب سمجھ کر اسے قبول کرلیا جاتا ہے اور اقلیت کی رائے ناقابل قبول ہوتی ہے گویا حق کا معیار اکثریت ہے نہ کہ قرآن وسنت اور اسلامی شریعت، جبکہ اسلامی شریعت کی رو سے حق بات وہ ہے جو قرآن وسنت کے مطابق ہے چاہے اکثریت اس کے خلاف ہو اور غلط بات وہ ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہے خواہ اکثریت اس کے حق میں ہو یعنی کسی بات کے حق وناحق ہونے کا معیار قرآن وسنت ہے نہ کہ اکثریت واقلیت کا رجحان لیکن یہ اعتراض سراسر بے بنیاد ہے کیونکہ اسلامی جمہوریت میں اکثریت واقلیت کا رجحان ان باتوں میں معلوم کیا جاتا

ہے جن میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے اور یہ باتیں دین کے بنیادی اصول وقواعد سے تعلق نہیں رکھتی ہیں جن امور کے بارے میں قرآن وحدیث کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ صحیح ہیں یا غلط ان میں اکثریت واقلیت کا رجحان نہیں جانا جاتا ہے بلکہ ان باتوں میں رجحان معلوم کیا جاتا ہے جنہیں ہم اجتہادی معاملات کہتے ہیں ان میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔ مثلاً ٹیکسوں کے تعین کا مسئلہ، ٹریفک کے قوانین کے انضباط کا مسئلہ۔ بہت سارے امیدواروں میں سے کسی ایک امیدوار کے انتخاب کا مسئلہ یا ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ اس طرح کے بے شمار دنیوی مسائل ہیں جن میں عموماً لوگوں کی رائے مختلف ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ان مختلف آراء میں سے کسی ایک رائے کو اختیار کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی معیار تسلیم کرنا ہوگا اس کا سب سے عمدہ معیار یہ ہے کہ اکثریت کو معیار تسلیم کیا جائے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ایک کے مقابلہ میں دو آدمیوں کی رائے زیادہ بہتر ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خود حضور ﷺ اور خلفائے راشدینؓ نے بھی اسی معیار کو اختیار کیا تھا۔ حضور ﷺ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ سے فرمایا تھا (**لو اجتمعتما علی مشورة ماخالفتکما**) [مسند احمد] ترجمہ: ''تم دونوں اگر کسی مسئلہ پر ایک رائے ہو جاؤ تو میں تمہارے خلاف نہیں رہوں گا''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے ایک کے مقابلے میں دو کی رائے کو فوقیت دی تھی۔ چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر حضور ﷺ نے اکثریت کی رائے کو اختیار کیا جو اس بات کے حق میں تھی کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے جبکہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اور خود حضور ﷺ کی رائے اس سے مختلف تھی۔ وہ شہر کے اندر رہ کر جنگ کرنا چاہ رہے تھے۔ اسی طرح حدیث میں ''سواد اعظم'' کے اتباع کی تلقین کی گئی ہے۔ سواد اعظم کا مطلب ہے لوگوں کی اکثریت۔ آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جو جمہوریت کا مطالبہ کر رہے ہیں کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کو سب سے زیادہ نقصان ان ملکوں اور ان وقتوں میں پہنچا ہے جب لوگوں کی آزادی سلب کر لی گئی۔ ان پر جابر و ظالم حکمراں مسلط کر دیئے گئے۔ دعوت دین کے کاموں پر پابندی لگا دی گئی، اور عوام الناس کو اللہ کی مرضی کا نہیں بلکہ حکمرانوں کی مرضی کا پابند بنا دیا گیا۔ اسلام کیلئے ڈکٹیٹرشپ ایک بڑا چیلنج ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ڈکٹیٹرشپ کے خلاف جنگ کی جائے اور جمہوریت بحال کرنے کیلئے تمام تر جدوجہد کی جائے کیونکہ اسی جمہوریت کے سائے میں اسلام پر عمل کرنے کی آزادی نصیب ہو سکتی ہے دعوت کی راہ کی ساری رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں، عدل وانصاف مل سکتا ہے اور فاسق وفاجر قسم کے حکمرانوں کو بزور طاقت ان کی تباہ کاریوں سے روکا جا سکتا ہے۔

مرکز التوحید چوک چورہٹہ ڈیرہ غازی خان میں 34واں سالانہ اجتماع تقریب تکمیل صحیح بخاری شریف

17 اگست 2008ء بروز اتوار صبح 8:00 بجے سے رات گئے تک

منجانب: قاری عبدالرحیم کلیم مدیر مرکز التوحید 0300-6787139